

مقالات

بشارات الانبیاء

نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انبیاء سابقین کی پیشینگوئیاں

(۶)

از جناب مولوی فضل حق صاحب

اٹھارویں بشارت

یہ بشارت انجیل یوحنا کے آخری ابواب میں ہے۔ باب ۱۴ میں لکھا ہے:-
 ”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو۔ اور میں باپ سے
 درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا فارقلیط بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ
 رہے۔ یعنی روح حق جسے دنیا نہیں پاسکتی کیونکہ اسے نہ دیکھتی ہے نہ جانتی ہے
 لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ ہے اور تم میں ہوگی۔“ (آیت ۱۵-۱۶-۱۷)
 ”لیکن وہ فارقلیط یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں

۱۵۲۱ء، ۱۵۳۱ء اور ۱۵۴۳ء کے عربی ترجموں میں لفظ فارقلیط ہی لکھا تھا۔ جدید عربی ترجمہ جو برٹش انڈین فارن بائبل سوسائٹی

نے شائع کیا ہے اس میں اس لفظ کو بدل کر المعزی لکھا گیا ہے۔ ۱۵۳۱ء کے اردو ترجموں میں اس کا ترجمہ تسلی دینے والا

لکھا تھا۔ بعد میں اس کو بدل کر ”دوکار“ لکھا گیا۔ اور مخزومی ترجموں میں لفظ Conforter استعمال کیا گیا ہے۔

سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ (آیت ۲۶)
 اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ وقوع میں آئے
 تو تم ایمان لاؤ۔ اس کے بعد میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا کیونکہ اس جہان کا
 سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں“ (آیت ۲۹-۳۰)۔

اس کے بعد باب پنجم میں پھر لکھا ہے :-
 لیکن جب وہ فارقلیط آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے
 بھیجوں گا، یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے، تو وہ میری گواہی دے گا، اور تم
 بھی گواہی دو گے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو“ (آیت ۲۶-۲۷)۔
 پھر باب ۱۶ میں اس طرح لکھا ہے :-

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔
 کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر میں
 جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا، اور جب وہ آئے گا تو دنیا کو گناہ اور
 راستی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ
 مجھ پر ایمان نہیں لائے راستی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور
 تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔
 مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر ابھی تم ان کے تحمل کی قوت نہیں رکھتے۔ جب وہ
 یعنی روح حق آئے گا تو تم کو سچائی کا پورا راستہ بتائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف
 سے نہ کھے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہی کہے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میری
 بزرگی ظاہر کرے گا۔ اس لیے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اسی سے لے گا اور

تمہیں بتائے گا۔ سب چیزیں جو باپ کی ہیں وہ میری ہیں اس لیے میں نے کہا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اسی سے لے گا اور تمہیں بتائے گا۔ (آیت ۷ تا ۱۵)۔

ان عبارات پر کلام شروع کرنے سے پہلے دو باتوں کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے: (۱) ہم اس سے پہلے اپنے مقدمات میں اس حقیقت کو ظاہر کر چکے ہیں کہ قدیم زمانے سے جدید زمانے تک اہل کتاب کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اکثر و بیشتر اسما و اعلام کے ترجمے کر دیا کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مادری زبان جس میں انہوں نے اپنے دین کی تبلیغ کی، عبرانی تھی نہ کہ یونانی۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان عبارات میں جس آنے والے کی بشارت دی گئی ہے اس کے لیے حضرت عیسیٰ نے عبرانی میں کوئی خاص لفظ استعمال کیا ہوگا۔ نچل یوحنا کے مصنف نے اس لفظ کا ترجمہ یونانی میں کیا۔ پھر اس یونانی لفظ کے بھی مختلف ترجمے عربی، فارسی، انگریزی، اردو اور دوسری زبانوں میں کر دے گئے۔ عربی کے تمام قدیم ترجموں میں اس لفظ کا ترجمہ ”فارقلیط“ کیا گیا ہے اس لفظ کی تحقیق کرنے ہوئے ایک پادری اپنے ایک رسالہ میں (جولائی ۱۹۶۲ء) میں کلکتہ سے زبان اردو شائع ہوا تھا) لکھا ہے:

”یہ لفظ یونانی اصل ہے جس کو معرب کر لیا گیا ہے۔ اگر اس کی اصل پارکلیتوس قرار دی جائے تو اس کے معنی ”تسلی دینے والے“، ”مددگار“ اور ”بکیل“ کے ہوں گے اور اگر اس کی اصل پارکلیتوس قرار دی جائے تو وہ محمد اور احمد کے معنی سے بہت

نہار و ترجمے میں یہ فقرہ اس طرح لکھا ہے: ”مجھ ہی سے حال کر کے تمہیں خبریں دے گا لیکن عربی ترجمے کے الفاظ ہیں: لانہ یا خذ ما ہولی وینجیر کم۔ اور انگریزی ترجمے میں یوں لکھا ہے۔

He shall receive of mine and shall shew it unto you.

قریب ہوگا۔“

مصری فاضل ڈاکٹر محمد توفیق صدیقی نے اس لفظ کی جو تحقیق کی ہے وہ بھی قابل دید ہے:

”یہ لفظ فارقلیط یونانی ہے اور انگریزی میں اس کو Paraclete لکھا جاتا ہے

جس کے معنی ”تسلی دینے والے“ کے ہیں، اور ضمناً ”محبت کرنے والے“ کا مفہوم بھی اس سے نکلتا ہے، جیسا کہ پوسٹ نے اپنی قاموس میں لکھا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا لفظ بھی

ہے جو انگریزی حروف میں Periclite لکھا جاتا ہے اور اس کے معنی ”بلند پایہ“

”جلیل القدر“ ”عالی مقام“، ”بزرگ“ اور ”نام ور“ کے ہیں۔ یہ سب معنی محمد اور احمد اور

محمود سے اقرب ہیں۔ اب یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح علیہ السلام جس زبان میں کلام کرتے تھے

وہ عبرانی تھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ اصل لفظ جو انہوں نے استعمال کیا تھا، وہ کیا تھا؟ اور

ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ اس نخل کے مولف نے اس کا ترجمہ لفظ ”فارقلیط“ سے جو کیا

ہے وہ اس کا پورا مفہوم ادا کرتا ہے یا نہیں؟ ہم کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس لفظ کا یہی ترجمہ

پہلے بھی کیا گیا تھا یا نہیں؟ خود عیسائی مصنفین اس کا اقرار کر چکے ہیں کہ عہد قدیم اور

عہد جدید دونوں کے ترجموں میں الفاظ اور عبارات بدلتی رہی ہیں اس لیے یقین کے ساتھ

نہیں کہا جاسکتا کہ ابتدا سے لفظ (Paraclete) ہی اصل عبرانی لفظ کا ترجمہ کیا گیا

ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اصل میں (Periclite) استعمال کیا گیا ہو اور بعد میں ہوا

یا بعد اس کو Paraclete کر دیا گیا ہو۔ یونانی زبان میں یہ دونوں لفظ اس قدر

مشابہ ہیں کہ ایک کا دوسرے سے بدل جانا کچھ بعید نہیں۔“

ان تصریحات سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ دونوں لفظوں میں بہت کم فرق ہے اور یونانی

حروف اس قدر مشابہ ہیں کہ پیرکلیتوس کا پارکلیتوس سے بدل ہو جانا بالکل قرین قیاس ہے۔

بعد میں اہل تثلیث نے یہ دیکھ کر کہ مقدم الذکر لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے بہت قریب المعنی ہے، اس امر پر اصرار کیا کہ دراصل ہونہر الذکر لفظ ہی صحیح ہے۔ جن لوگوں نے مسیحی علماء کی روش کا بنظر انصاف مطالعہ کیا ہے وہ تسلیم کریں گے کہ ان حضرات کی دیانت سے یہ امر بعید نہیں، بلکہ وہ ایسی تحریف کو نہایت سخت اور کار ثواب سمجھتے ہیں۔

(۲) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بعض لوگوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم ”فارقلیط“ کے ”صداق“ ہیں۔ مثلاً منتسب مسیحی جو دوسری صدی عیسوی میں گذرا ہے۔ یہ ایک نہایت ترصا شخص تھا اور اپنے عہد میں بڑا پرہیزگار سمجھا جاتا تھا۔ اس نے بلاد روم (ایشیا کوچک) میں عیسائیت کے قریب زمانہ میں رسالت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں ہی وہ فارقلیط ہوں جس کی آمد کا عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اس کے دعوے کو قبول کر لیا اور اس پر ایمان لے آئے۔ سر ولیم میور نے اس کا حال لکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے بعد ابتدائی صدیوں میں لوگ فارقلیط کے منتظر تھے، عیسویوں نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ بھی کیا، اور بہت سے مسیحیوں نے ان کے دعووں کو قبول بھی کیا۔ لب التواریخ کا عیسائی مصنف لکھتا ہے:

”محمد کے ہم عصر یہودی اور مسیحی ایک نبی کے منتظر تھے اس سے محمد کو بہت فائدہ پہنچا

کیونکہ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ میں ہی وہ نبی منتظر ہوں۔“

اس کلام سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ ایک نبی کے ظہور کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی بنا پر جب نجاشی شاہ حبش کے پاس آنحضرت کا نام لیا پہنچا تو وہ پڑھتے ہی بول اٹھا کہ ”میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہی وہ نبی ہے جس کا انتظار اہل کتاب کر رہے تھے“ پھر جواب میں آپ کو لکھا کہ ”میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے

صادق اور مصدق رسول ہیں میں نے آپ سے بیعت کی اور آپ کی طرف سے آپ کے چچا زاد بھائی (جعفر بن ابی طالب) کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ یہ بادشاہ اسلام سے پہلے نصرانی تھا۔

مُتَوَقِّسُ شَاهِ مِصْرَ كُوجِبَ اَمْحَضْرَتِ كَا دَعْوَتِ نَامَهٗ اِسْلَامِ بِهِنِچَا تُو اِس نے جواب میں لکھا

”میں نے آپ کا خط پڑھا اور جو کچھ آپ نے لکھا ہے اسے سمجھا اور جس چیز کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں اس کو دیکھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ابھی ایک نبی آنے والا رہ گیا ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہو گا۔ میں نے آپ کے قاصد کے ساتھ عزت کا برتاؤ کیا ہے۔“

یہ بادشاہ اسلام نہیں لایا، مگر اس نے اپنے خط میں اقرار کیا کہ ایک نبی اور آنے والا رہ گیا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ایسی زبردست دنیوی طاقت نہ تھی کہ یہ بادشاہ ڈر کر اس بات کا اقرار کرتے۔ لامحالہ ان باتوں سے یہ نتیجہ نکالا جائے گا کہ فی الواقع اس وقت عیسائیوں میں عام طور پر ناقصیت کی آمد کا انتظار کیا جا رہا تھا۔

ایک نصرانی عالم جاو و دین علما، اپنی قوم کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ :-

”خدا کی قسم بحق کے ساتھ آئے ہیں، اور آپ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے، میں نے انجیل میں آپ کی تعریف پائی ہے، اور مریم عذراء کا بیٹا آپ کی بشارت دے چکا ہے پس تیرے سلام ہوا آپ پر اور مشکور ہے وہ جو آپ کی عزت کرے۔ آنکھ سے دیکھ لینے کے بعد کسی اور نشان کی ضرورت نہیں اور یقین کے بعد شک کی گنجائش نہیں ہاتھ بڑھائیے اور اس

گو اسی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی اکہ نہیں اور آپ خدا کے رسول ہیں۔“
اس قسم کی متعدد مثالیں تاریخ میں اور بھی ملتی ہیں جن سے ہمارے مذکورہ بالا بیان کی تائید ہوتی ہے۔

ان دو امور کی توضیح کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان میں جو لفظ استعمال کیا تھا اس کا تو اب کہیں پتا نہیں۔ صرف اس کا یونانی ترجمہ باقی رہ گیا۔ اب یہ بحث بنے نتیجہ ہے کہ اصل عبرانی لفظ کیا ہو گا۔ ہم جو کچھ بھی نتیجہ نکال سکتے ہیں، یونانی ترجمہ ہی سے نکال سکتے ہیں۔ اس ترجمہ میں بھی دو احتمال ہیں۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اصل ترجمہ پیر ^{”کلیتوس“} تھا تب تو یہ بات بالکل ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیوں کہ آپ کے اسم مبارک قریب نغشی ترجمہ ہے لیکن عیسائی اس احتمال کو نہیں مانتے اس لیے ان کی خاطر سے ہم اس احتمال کو بھی چھوڑے دیتے ہیں۔ اب صرف پیر کلیتوس (فارقلیطا) باقی رہ جاتا ہے جس کے معنی ”تسلی دہندہ“ ”دوکار“ اور ”حجت کرنے والے“ ”دوکیل“ کے کیے گئے ہیں۔ ۱۸۱۶ء کے عربی ترجمہ میں ”شافع“ کیا گیا ہے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہی صحیح ہے، اور حضرت عیسیٰ نے جو کچھ فرمایا تھا اس کا صحیح مفہوم یہی ہے، تب بھی ہمارا یہ دعویٰ بجائے خود قائم رہتا ہے کہ اس سے مراد وہ روح نہیں ہے جو عید پنتکست کے دن حضرت عیسیٰ کے شاگردوں پر نازل ہوئی تھی (جیسا کہ کتاب الاعمال باب ۲ میں بیان ہوا ہے) بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔ ہمارے اس دعوے کے لیے خود اس بشارت ہی میں حسب ذیل دلائل موجود ہیں:-

(۱) حضرت عیسیٰ نے فارقلیطا کی خبر دینے سے پہلے تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ ”اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ جو کچھ بعد میں کہا جانے والا ہے، اس میں سمجھ لیں کہ وہ خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس کی رعایت ضروری ہے۔ اگر فارقلیطا سے مراد

وہی روح ہوتی جو شاگردوں پر نازل ہونے والی تھی تو اس فقرہ کی کوئی حاجت نہ تھی، کیونکہ یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کہ حواریں جو اس سے پہلے بھی اس روح کے زول سے مستفیض ہو چکے تھے، ایک بار پھر اس کے نازل ہونے کو متباعد سمجھیں گے۔ بلکہ اگر وہ پہلے نازل نہ بھی ہو چکی ہوتی تب بھی استبعاد کی کوئی وجہ نہ تھی، کیونکہ جب روح کسی کے قلب پر نازل ہوگی اور اس میں حلول کر جائے گی تو لامحالہ اس کا نمایاں اثر ظاہر ہوگا، پھر اس گمان کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ متاثر شخص اس سے انکار کر دے گا۔ انکار و استبعاد کا اندازہ اور اس کا سدباب کرنے کے لیے پہلے سے تنبیہ کر دینا تو اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جبکہ بشارت کا ظہور کسی ایسی صورت میں ہونے والا ہو جو انسانی فطرت اور انسان کے نفس طرز عمل کو دیکھتے ہوئے انکار و استبعاد کی محل سمجھی جاسکتی ہو اور رہ چکی ہو، اور یہ صورت ایک بشر رسول کی صورت ہی ہو سکتی ہے۔ مسیح علیہ السلام دیکھ چکے تھے کہ پچھلی امتوں نے ہمیشہ نبیوں کو جھٹلایا۔ اس لیے انہوں نے اپنے متبعین کو آنے والے نبی کی خبر دینے سے پہلے تنبیہ کر دی کہ وہ اس کی تکذیب نہ کریں۔

(۲) یہ روح جو شاگردوں پر نازل ہوئی تھی، مسیحی اعتقاد کے بموجب باپ سے تو مطلقاً متحد ہے، اور بیٹے سے باعتبار اس کی لاہوتیت کے حقیقتہً متحد ہے۔ پھر اس کو دوسرا قائل کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا تھا۔ البتہ اگر مخبر عنہ کوئی نبی ہو تو کسی تکلف کے بغیر یہ الفاظ اس پر صادق آسکتے ہیں۔

(۳) وکالت اور شفاعت، خواص نبوت میں سے ہیں نہ کہ اس روح کے خواص میں سے جو اللہ کے ساتھ متحد بتائی جاتی ہے۔ پس اگر فارقلیط کے معنی وکیل اور شفیع کے ہیں تو یہ لفظ روح پر صادق نہ آئے گا بلکہ ایک نبی ہی پر صادق آئے گا۔

(۴) عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ عہد جدید کے رسائل میں سے کسی رسالہ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ عید پینٹنگسٹ کے دن جو حواری جمع تھے وہ مسیح کی باتوں کو بھول گئے تھے اور اس روح نے جو ان پر نازل ہوئی انہیں وہ سب باتیں یاد دلائیں۔

(۵) عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لاؤ۔“ اس فقرے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قلیط سے مراد یہ روح نہیں ہے۔ اگر نزول روح کی خبر دینا مقصود ہوتا تو مکرر اس تاکید کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ روح کا نازل ہونا کوئی ایسا امر نہ تھا جس کو حواریں مستبعد سمجھتے یا ان سے یہ اندیشہ ہوتا کہ نزول روح کے وقت وہ اس سے انکار کر دیں گے۔ پس یہ تاکید کی تکرار صاف بتا رہی ہے کہ قلیط سے مراد ایک آنے والا نبی ہے۔

(۶) عیسیٰ علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ ”وہ میری گواہی دے گا۔“ مگر اس روح نے مسیح کے تلامذہ میں سے کسی کے سامنے مسیح کی گواہی نہ دی، نہ اس گواہی کی کوئی ضرورت تھی، کیونکہ جن حواریوں پر وہ نازل ہوئی تھی وہ اس کے نزول سے پہلے ہی مسیح کو جانتے تھے اور کسی شہادت کے محتاج نہ تھے۔ رہے کفار جنہوں نے مسیح کا انکار کیا تھا، تو وہ شہادت کے تو محتاج ضرور تھے، مگر یہ روح نہ ان پر نازل ہوئی نہ اس نے ان کے سامنے کوئی شہادت دی۔ بخلاف اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کی صداقت پر گواہی دی، ان کی والدہ ماجدہ پر کفار نے زنا کی جو تہمت لگائی تھی اس کو نہایت پر زور طریقہ سے رد کیا، اور تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسیح علیہ السلام پر بھی ایمان لانے کو لازم گردانا۔

(۷) عیسیٰ علیہ السلام اس کے بعد فرماتے ہیں۔ ”اور تم بھی گواہی دو گے کیونکہ تم شرع

۱۔ بعض اردو ترجموں میں ”تم بھی گواہ ہو“ لکھا ہے۔ مگر اگر بڑی ترجمہ جو زیادہ مستند سمجھا جاتا ہے، یونج (And ye also shall bear witness) عربی کے جدید ترین ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ ”وَتَشْهَدُونَ انتم ایضاً۔“

سے میرے ساتھ ہو۔" اس قول سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جب آنے والا فارقلیط مسیح پر گواہی دیکھا تو مسیح کے سچے پیرو بھی اس کے ساتھ گواہی دیں گے لیکن اگر فارقلیط سے مراد وہ روح لی جائے جو حواریوں پر نازل ہوئی تھی تو یہ قول بے معنی ہو جاتا ہے۔ اس روح کے نزول کی کیفیت جو کتابِ اعمال میں بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک آنکھ کے ساتھ آئی اور زبان بکلی آتش کی شکل میں ظاہر ہوئی اور ہر ایک حواری پر آٹھیری اور وہ سب اس روح سے بھر گئے۔ اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ روح ان میں اس طرح حلول کر گئی تھی جس طرح جن کسی کے اندر اتر جاتا ہے۔ اب اگر وہ مسیح پر گواہی دیتی بھی تو اس کی گواہی اور حواریوں کی گواہی جدا جدا نہ ہوتی بلکہ وہ صرف روح ہی کی گواہی ہوتی۔

(۸) عیسیٰ علیہ السلام پھر فرماتے ہیں "اگر میں نہ جاؤں تو وہ فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔" یہاں آنجناب نے فارقلیط کی آمد کے لیے اپنے جانے کو شرط، اور موجودگی کو اس کی آمد کے لیے مانع قرار دیا ہے۔ مگر نزول روح کے لیے تو نہ مسیح کی موجودگی مانع تھی اور نہ مسیح کے جانے پر اس کی آمد موقوف تھی، کیونکہ وہ مسیح کے عہد میں بھی حواریوں پر نازل ہو چکی تھی (جبکہ مسیح نے انہیں بلاد اسرائیلیہ کی طرف بھیجا تھا البتہ آفاقی سے روح مراد نہیں ہو سکتی، بلکہ وہ کوئی ایسا ہی شخص ہو سکتا ہے جس سے مسیح کی زندگی میں ان کے پیرو فیضیاب نہ ہوئے ہوں اور جن کا آنا مسیح کے جانے پر موقوف ہو چونکہ دو مستقل صاحبِ نبوت نبیوں کا ایک وقت موجود ہونا جائز نہیں ہے، اور اسی بنا پر حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ نہ آئے گا، اس لیے وہ لامحالہ کوئی نبی ہی ہونا چاہیے۔

(۹) عیسیٰ علیہ السلام آگے چل کر فرماتے ہیں "وہ دنیا کو تصور وارٹھیرائیگا" اس مفہوم کے لیے عربی ترجمہ میں "بفتح العالم" اور "بکسر العالم" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جس کے معنی زجر اور ملتا

کرنے اور حجت کے زور سے غالب آنے کے ہیں۔ انگریزی میں Reprove کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی سرزنش کرنے اور ڈاٹھنے کے ہیں! اب کھلی ہوئی تاریخی حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی نے ان لوگوں کو سرزنش اور زحرو تو بیخ نہیں کی ہے جنہوں نے مسیح کی تکذیب کی اور انکی والدہ پر بہت لگائی اور ان پر قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ یہ بات نہ اس طرح پر صادق آتی ہے جوشاگردوں پر نازل ہوئی تھی اور نہ بعد کے کسی کوئی (۱۰) حضرت عیسیٰؑ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ”اے جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں ہے“ اس فقرہ میں فارفلیط کی دو فرید صفات بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اس جہان کا سردار (رئیس هذا العالم) (Prince of this world) ہے دوسرے یہ کہ وہ حضرت عیسیٰؑ پر فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ حضرت اس کے مقابلہ میں اپنی بے لیاقتی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ ”مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں“ (بعض ترجموں میں ہے ”مجھ میں اس کا کچھ نہیں“) یہ دونوں باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ آنے والا سچ کے ساتھ متحداً حقیقت نہیں ہے، بلکہ غیر ہے، آسمان کا نہیں بلکہ اس جہاں کا سردار ہے، اور مسیح کے مقابلہ میں ان کی روح القدس ان صفات کی حامل نہیں ہو سکتی۔ ایک انسان ہی ان کا مصداق ہو سکتا ہے۔ (۱۱) پھر مسیح فرماتے ہیں کہ ”مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر ابھی تم ان کے تحمل کی توبہ نہیں رکھتے“ یہ فقرہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنے والے سے وہ روح مراد نہیں ہے جوشاگردوں پر نازل ہوئی تھی، کیونکہ اس نے حضرت عیسیٰؑ کے احکام پر کسی حکم کا اضافہ نہیں کیا۔ عیسائیوں کے اپنے بیان کے بموجب اس نے مسیحوں کو صرف عقیدہ تثلیث کی تعلیم دی اور انہیں حکم دیا کہ دنیا کو اس عقیدہ کی طرف دعوت دیں۔ اس میں کوئی ایسی بات ہے جو اس تعلیم پر زائد ہو جو حضرت عیسیٰؑ خود عیسائیوں کے اعتقاد کے بموجب صلیب پر چڑھنے کے وقت تک دیتے رہے؛ بلکہ یہ ضرور ہو کہ انہوں نے اس روح کے نزول کے بعد توراہ کے احکام عشرہ میں سے

چند کے سوا باقی تمام احکام کو ساقط کر دیا اور بہت سے محرمات کو حلال کر لیا۔ مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کے متعلق حضرت مسیح کو یہ کہنے کی ضرورت پیش آتی کہ تم اس کے تحمل کی قوت نہیں رکھتے۔ احکام کا استقاط تو کوئی بار نہیں بلکہ پھلے بار کو ہلکا کرنے والی چیز ہے، پھر اس کے لیے تحمل کی قوت نہ ہونے کے کیا معنی؟ البتہ مزید احکام کو قبول کرنا ضرور قوت تحمل چاہتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں عیسائی اس قدر ضعیف الایمان اور کمزور تھے کہ وہ فرائض اور واجبات اور اوامر و نواہی اور جہاد و قتال اور سیاست مدن کے عظیم الشان بار کو نہیں سنبھال سکتے تھے۔ انہی چیزوں کے متعلق حضرت مسیح نے فرمایا کہ مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنی تھیں، مگر اس وقت تم ان کو برداشت کرنے کی قوت نہیں رکھتے، اس لیے میں انہیں ملتوی کرتا ہوں میرے بعد فاطمہؑ اس جہان کا سردار مجھ سے افضل شخص اگر نہیں ان کی تعلیم دے گا۔ انجیل کوئی محمد مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کی شریعت پر غور کرے گا۔ اس کا دل خود گواہی دے گا کہ آپ ہی نے اس کام کو مکمل کیا جسے حضرت عیسیٰ ناقص چھوڑ گئے تھے۔ اور آپ ہی اس بشارت کے مصداق ہو سکتے ہیں۔

(۱۲) پھر حضرت فرماتے ہیں "وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔" یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل سے اندیشہ تھا کہ وہ آنے والے نبی کی تکذیب کریں گے، اس لیے پھر ایک مرتبہ انہیں یقین دلانے کی ضرورت پیش آئی کہ وہ شخص نبی صادق ہوگا، اپنی ہوائے نفس کی بنا پر کچھ نہ کہے گا بلکہ جو کچھ اس پر وحی کیا جائے گا وہی تم تک پہنچا دے گا۔ مزید براں اس کے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد روح القدس نہیں ہے کیونکہ یہی اعتقاد کے بموجب وہ تو اللہ کے ساتھ عینیت رکھتی ہے، پھر اس کے حق میں یہ کہنے کا کونسا موقع تھا کہ وہ جو کچھ سنے گی وہی کہے گی پس لامحالہ اس کے مصداق محمد مصلیٰ اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کیونکہ آپ انسان ہیں، عین اللہ

نہیں ہیں اور آپ ہی کے حق میں اس اندیشہ کے متعدد وجود تھے کہ بنی اسرائیل آپ کی گنہگار
 کریں گے، اور بعد کے واقعات نے بھی ثابت کر دیا کہ بنی اسرائیل نے نہایت شدت کے ساتھ
 آپ کی تکذیب کی۔

(۱۳) آخر میں حضرت یہ بھی فرماتے ہیں کہ ”جو کچھ میرے پاس ہے وہ اسی سے لے گا“ یہ بات
 بھی روح القدس پر صادق نہیں آتی، کیونکہ اہل تثلیث کے نزدیک تو وہ قدیم ہے، غیر مخلوق ہے
 قادر مطلق ہے، اس کے لیے کوئی کمال منتظر نہیں ہے، بلکہ ہر کمال اس کو بالفعل حاصل ہے۔
 پس ضرور ہے کہ یہ موجود کسی ایسی جنس سے ہو جو بالذات عالم نہ ہو، بلکہ اس عالم معطی حق کی
 عطا کا نتیجہ ہو۔ ایسا شخص صرف ایک بشر رسول ہی ہو سکتا ہے۔ پھر چونکہ اس وہم کا موقع تھا کہ
 آنے والا بنی حضرت عیسیٰ کی شریعت کا متبع ہوگا، اس لیے حضرت نے اس کو دفع کرنے کے لیے فرمایا
 کہ ”سب چیزیں جو باپ کی ہیں وہ میری ہیں اس لیے میں نے کہا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ
 اسی سے لے گا“ مطلب یہ ہے کہ تمام تعلیم حق خدا کی طرف سے ہے میرے پاس جو کچھ ہے وہ بھی
 خدا کا ہے، اور آنے والا بنی بھی جو کچھ کہے گا وہ خدا کی طرف سے کہے گا۔ لہذا تم یہ نہ سمجھ لینا
 کہ اس کی تعلیم میری تعلیم سے کچھ منگنا ہے۔ بلکہ اس کو اپنی ہی چیز سمجھنا۔

بشارت مذکورۃ الصدر کی اس توضیح کو دیکھیے۔ اگر کوئی شخص انکار بر اصرار کرنے
 والی ذہنیت نہ رکھتا ہو، اور کھلے دل سے بشارت کے صریح مفہوم کو سیدھے سادے طاقی
 سمجھنے کی کوشش کرے تو بشارت کے الفاظ اور تاریخ کے مسلم واقعات اس کو یقین دلادیں گے
 کہ وہ بشارت ایک آنے والے بنی ہی کے لئے تھی اور مسیح کے بعد سے آج تک کوئی ایسی تعلیم
 شخصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا پیدا نہیں ہوئی جو اس بشارت کی مصداق ہو۔

مسیحی علماء کے شبہات اب ان شبہات پر بھی ایک نظر ڈالیے جو ہماری اس تفسیر پر مسیحی علماء کی طرف

سے وارو کیے گئے ہیں۔

(۱۱) اس عبارت میں فارقلیط کی تفسیر روح القدس اور روح حق سے کی گئی ہے اور یہ دونوں لفظ اقنوم ثالث کے لیے مختص ہیں۔ پھر فارقلیط سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر مراد ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عہد قدیم اور عہد جدید میں روح القدس اور روح الحق اور روح الصدق کے الفاظ جہاں کہیں استعمال ہوئے ہیں ان سے مراد لازماً اقنوم ثالث ہی نہیں ہے، بلکہ بکثرت مقامات پر ان کو اقنوم ثالث کے سوا دوسرے معانی کے لیے استعمال کیا گیا ہے مثلاً کتاب حزقیال باب ۲، کی آیت ۴ میں اللہ تعالیٰ ان ہزاروں آدمیوں کو جنہیں اس نے حزقیال علیہ السلام کے معجزہ سے زندہ کیا تھا، خطاب کر کے فرماتا ہے ”اور میں اپنی روح تمہارے اندر ڈالوں گا“ یہاں روح اللہ سے مراد نفس ناطقہ انسانیہ ہے نہ کہ اقنوم ثالث جو اہل تغلیت کے نزدیک عین اللہ ہے۔ یوحنا کے پہلے خط کا چوتھا باب ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

”اے عزیزو ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روجوں کو آزماؤ کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ بہت سے جموٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ خدا کی روح کو تم اس طرح پہچان سکتے ہو کہ جو کوئی روح اقرار کرے کہ یسوع مسیح مجسم ہو کر آیا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔۔۔۔۔ ہم خدا سے ہیں جو خدا کو جانتا ہے وہ ہماری سنتا ہے اور جو خدا سے نہیں وہ ہماری نہیں سنتا۔ اسی سے ہم حق کی روح کو پہچان لیتے ہیں“

(آیت ۱-۶)۔

ان آیات میں بھی روح اللہ اور روح حق سے مراد اقنوم ثالث نہیں ہے بلکہ یہاں اس سے مراد واعظ حق ہے، اور مجرد روح بمعنی واعظ اور داعی استعمال کی گئی ہے

جو اگر گمراہی کی طرف بلائے تو گمراہی کی روح کہی جائے گی۔ پس فارقلیط کی تفسیر میں روح القدس اور روح الحق کے الفاظ استعمال کرنے سے لازم نہیں آتا کہ اس سے مراد وہ روح القدس ہو جس کو یسعی عقیدہ میں اقنوم ثالث کہا جاتا ہے۔ بلکہ بشارت کے دوسرے الفاظ اور قرآن صاف بتا رہے ہیں کہ اس سے مراد واعظ حق اور داعی صدق ہے۔

(۲) اس عبارت میں مسیح کا خطاب حواریوں سے ہے اور ہر جگہ ضمیر مخاطب استعمال کی گئی ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ فارقلیط حواریوں ہی کے سامنے ظاہر ہو، نہ کہ پانچ چھ سو سال بعد۔ جواب اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کبھی ضمیر خطاب استعمال کی جائے تو لازماً موجود اور حاضرین یا ہم عصر لوگ ہی اس سے مراد ہوں۔ حالانکہ ہر جگہ ایسا ہونا ضروری نہیں۔ مثال کے طور پر نخبیل متی باب ۲۶۔ آیت ۶۴ میں خیاب مسیح علیہ السلام سردار کاہنوں اور شیوخ اور عوام کو خطاب کر کے کہتے ہیں :-

” میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادی مطلق کے دھنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے“

اس قول کے مخاطب مرچکے۔ ایک ہزار نو سو برس سے زیادہ زمانہ گزر گیا۔ مگر ابھی تک ابن آدم قادی مطلق کے دہنی طرف بیٹھا ہوا اور آسمان کے بادلوں پر آتا ہوا نظر نہ آیا۔ اگر اس قول کے مخاطب صرف وہی لوگ تھے جو اس مجمع میں موجود تھے تو مسیح کا یہ قول جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔

(۳) فارقلیط کے متعلق مسیح نے کہا ہے کہ وہ روح حق ہے جسے دنیا نہیں پاسکتی کیونکہ وہ اُسے نہ دیکھتی ہے نہ جانتی ہے، لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ ہے اور تم میں ہوگی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد روح ہی ہے نہ کہ ایک مجسم انسان جسے دنیا نے

دیکھا بھی اور جانا بھی۔

جواب یہ اعتراض اگر ضد کی بنا پر نہیں ہے، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقررین کسی بلوغ اور حکیمانہ کلام کے مغز کو سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ رویت اور معرفت کے دو مرتبے ہوتے ہیں۔ ایک رویت و معرفت تو یہ ہے کہ آپ نے معلم کے جسد اور زناگ، درویش کو دیکھا اور یہ جان لیا کہ وہ ایک خاص شکل و صورت اور صفات رکھنے والا انسان ہے دوسری رویت و معرفت یہ ہے کہ آپ نے اس روح کو دیکھا اور جانا جو اس کی تم تو اور اس کی سیرت میں پوشیدہ ہے مسیح کی مراد دراصل یہ دوسری نوع ہی کی رویت و معرفت ہے اسی لیے انہوں نے یہاں شخص کے بجائے ”روح حق“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر رویت سے مراد رویت بھری اور معرفت سے مراد معرفت جسدی ہو تو ظاہر ہے کہ روح اس اعتبار سے نہ تو مرئی ہے اور نہ قابل معرفت۔ لہذا روح کے لیے اس معنی میں دیکھنے اور جاننے کے الفاظ استعمال کرنا ہی سرے سے بے معنی ہوتا۔ پس کلام کا واضح مقصود یہ ہے کہ قاریط میں حق اور صداقت کی جو روح ہوگی، دنیا کے لیے اس کو پانا مشکل ہوگا۔ مگر جو سچے سچے ہیں وہ آسانی کے ساتھ اسے پالیں گے۔ یہ وہی بات ہے جو قرآن مجید میں سچے عیسائیوں کے متعلق ارشاد ہوئی ہے۔

وَلْتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةَ الَّذِينَ آمَنُوا
الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ذَلِكَ بَيَانَ
مِنْهُمْ فَتَسِينِ وَرُفَبَانَا وَأَنْتُمْ لَا
يَسْتَكْبِرُونَ - وَإِذْ أَسْمِعُوا مَا أَنْزَلَ
إِلَى الرَّسُولِ نَرَى أَعْيُنِنَا فَيَمْنَعُونَ

اور تم ایمان لانے والوں کے ساتھ محبت کرنے میں سب سے زیادہ جن کو قریب پاؤ گے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں سے اور راہب ہیں اور وہ سرکشی نہیں کرتے۔ انہوں نے جب وہ پیغام سنا جو

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَلْجَأِنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ (الانعام: ۱۱۰)۔

رسول پر اتارا گیا ہے تو تم نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کیوں کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے پس ہمارا نام گو اسی دین والوں میں لکھ لے۔ اور کیا ہم کو جنوں ہو گیا ہے

کہ ہم اللہ پر اور اس حق پر جو ہمارے سامنے آیا ہے ایمان نہ لائیں اور پھر یہ بھی امید رکھیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو صالح لوگوں میں داخل کر دے گا۔

اس آیت میں قرآن مجید نے مسیح کے اس قول کی طرف بھرتا نید کی ہے کہ دو لوگوں کی بنیاد پر عیسائی روح حق کو جلدی پہچان لیں گے، کیونکہ وہ پہلے سے حق آشنا اور حق شناس ہو چکے تھے۔

تاہم اگر کوئی مسیحی رویت کے معنی کو رویت بصری اور معرفت کے معنی کو معرفت جلدی ہی میں محور کرنے پر اصرار کرے تو ہم اس سے نچل کی حسب ذیل آیات کے معنی دریا کریں گے:-

” میں ان سے تشیلوں میں اس لیے باتیں کرتا ہوں کہ دیکھتے ہیں اور پھر نہیں دیکھتے

اور سنتے ہیں اور پھر نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے۔“ (متی - باب ۱۳ - آیت ۱۳۔)

” اور کوئی بیٹے کو نہیں جانتا سوا باپ کے اور کوئی باپ کو نہیں جانتا سوا بیٹے

کے اور اس کے جس پر بیٹا اسے ظاہر کرنا چاہے۔“ (متی - باب ۱۱ - آیت ۲۷)

” تم مجھے بھی جانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ میں کہاں کا ہوں (یوحنا - باب ۷، آیت

” تم مجھے جانتے ہو نہ میرے باپ کو۔ اگر مجھے جانتے تو میرے باپ کو بھی جانتے۔ (یوحنا

باب ۸ - آیت ۱۹ -

اگر دیکھنے اور جاننے کے مدارج میں تفاوت نہیں ہے، تو آپ اس گورکھ دھندے کو کیونکر سلجھائیں گے کہ ایک ہی وقت میں دیکھنے اور جاننے کی نفی بھی ہے اور اثبات بھی (۴) کتاب الاعمال کے پہلے باب میں ہے: ”اور ان سے ملکر ان کو حکم دیا کہ یہ وٹلم سے باہر نہ جاؤ۔ بلکہ باپ کے اس وعدے کے پورا ہونے کے منتظر رہو جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو کیونکہ یوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا مگر تم تھوڑے دنوں کے بعد روح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے“ (آیت ۵) یہ قول دلالت کرتا ہے کہ فارقلیط وہی روح ہے جو عین شکت کے دن نازل ہوئی، کیونکہ باپ کے وعدے سے مراد فارقلیط ہی ہے۔

جواب - یہ کہنا کہ باپ کے وعدے سے مراد فارقلیط ہے اور فارقلیط سے مراد روح القدس ہے، یہ محض ایک ادعا ہی ادعا ہے، اور ہم اس کو بدلائل غلط ثابت کر چکے ہیں ^{در اصل} فارقلیط کی بشارت ایک الگ چیز ہے اور شاگردوں پر نزول روح کا وعدہ ایک دوسری چیز ہے۔ دونوں وعدے الگ الگ پورے کیے گئے۔ یوحنا نے صرف فارقلیط کی بشارت نقل کی ہے، دوسرے انجیلیوں نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ یوحنا نے نزول روح کا وعدہ نقل کیا ہے۔ یوحنا نے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ یوحنا نے اناجیل کا حال یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے واقعات کو تو سب کے سب بالاتفاق نقل کرتے ہیں، مثلاً یروشلم جاتے وقت حضرت عیسیٰ کا گدھے پر سوار ہونا، مگر بڑے اہم معاملات کے بیان میں اکثر اختلاف کرتے ہیں حتیٰ کہ کسی بڑے معاملہ کا ایک شخص ذکر کرتا ہے۔ اور دوسرا بالکل نہیں کرتا۔ ابن الارملا کو مردوں میں سے جلا اٹھانا، ستر شاگردوں کو روانہ کرنا، برص کے دس مریضوں کو چنگا کرنا، صرف یوحنا کے ہاں مذکور ہے، دوسرے انجیلی مصنفین ان واقعات کا کوئی ذکر نہیں کیا، حالانکہ یہ اہم

واقعات ہیں۔ قانائے گلیل کی شادی میں شرکت، اور وہاں پانی کو ٹٹے بنا دینا صرف یوحنا کے ہاں بیان ہوا ہے، باقی سب اس باب میں خاموش ہیں، حالانکہ یہ وہ واقعہ ہے جس میں پہلی مرتبہ مسیح سے ایک معجزہ صادر ہوا اور ان کی بزرگی کو جان کر لوگوں نے ان پر ایمان لانا شروع کیا۔ ماسی طرح بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کے مریض کو چکا کرنے کا واقعہ، اور ایک زنا کار عورت کا قصہ اور ایک جنم کے اندھے کو اچھا کرنے کا حال بھی صرف یوحنا نے لکھا ہے۔ حالانکہ یہ بھی اہم واقعات ہیں۔ یہی کیفیت متی اور مرقس کی بھی ہے۔ یہ دونوں بھی بعض واقعات کے بیان میں منفرد ہیں۔ پس جو شخص اجاہل میں نظر رکھتا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ نزول روح القدس کی بشارت اور آدفا قلیط کی بشارت، دونوں ایک نہیں ہیں، بلکہ قطعاً الگ ہیں، اور دونوں کو ایک سمجھنا غلطی ہے۔

نخیل نابلس اور اس کی بشارتیں

یہاں تک ہم نے وہ بشارتیں نقل کی ہیں جو اہل کتاب کے ہاں قانونی کتابتِ سلیم کی جاتی ہیں۔ اب ہم غیر قانونی کتابوں میں سے ایک اہم کتاب کا ذکر کرتے ہیں جو مسیح کے حواری برنابا (St. Barnabas) کی نخیل کہلاتی ہے۔ یہ ایک قدیم کتاب ہے جس سے ابتدائی زمانہ کے کبھی خوب واقعات تھے۔ اس میں مسیح کی طرح اور ابطالِ تثلیث کا ذکر تھا۔ نیز اس میں دینِ مسیحی کے وہ حقیقی اصول بھی بیان کیے گئے تھے جن کو مساکرینٹ پال نے مسیحیت کی شکل بدل دی۔ مگر تبستی سے پیروانِ مسیح کا سوادِ اعظم پال کا قبیح ہو گیا، اور اسی کے مذہب نے رومیوں میں فروغ پایا یہاں تک کہ قسطنطین اعظم کے مسیحیت قبول کرنے کے بعد یہی سرکاری مذہب ہو گیا۔ قسطنطین کے عہد میں ایک پادری اریس (Arius) نامی تھا جس نے بولیاں انطاکی کے مدرسہ میں تعلیم پائی تھی۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مسیح خدا نہیں ہے، نہ خدا نے مسیح کے جسم میں

حلول کیا ہے، بلکہ خدا نے اپنی روح مسیح میں پھونک دی تھی۔ اس لحاظ سے وہ ایک ہی خدا کا قائل تھا اور مسیح کو اس کا بندہ سمجھتا تھا۔ سرکاری مذہب کے اکابر نے اس کی سخت مخالفت کی۔ آخر کار ۳۲۵ء میں نیقیہ (Nicaea) کے مقام پر ایک کونسل مقرر کی گئی، جس میں ایک مہینہ سے زیادہ مدت تک اس مسئلہ پر سخت مباحثہ ہوتا رہا قیسوں کی اکثریت غیر جانبدار رہی۔ مگر قسطنطین کے شاہی اثر سے ایریس اور اس کے پیروؤں کو دین سے خارج کر دیا گیا۔ اس مباحثہ میں ایریس نے برنابا کی نخل کو بھی منجھ دو سرے شوہد کے، اپنے عقیدہ کی تائید میں پیش کیا تھا۔ سرکاری مذہب کے ائمہ پہلے سے اس نخل کو ترک کر چکے تھے۔ اب جو ایرین فرقہ نے اس سے استدلال کر کے اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی، تو اس کی مخالفت کا جذبہ اور بڑھ گیا، یہاں تک کہ اس کا مطالعہ حرام قرار دیا گیا، اور اس کے پڑھنے والوں کو سخت سزائیں دی جانے لگیں۔

اس طرح نخل برنابا قریب قریب دنیا سے ناپید ہو گئی لیکن اس کے چند نسخے پھر بھی موجود رہے۔ قرآن کے ترجمہ جارجیل نے اس کا مہیا نوی نسخہ دیکھا تھا۔ اس سے بہت پہلے ایک راہب مرینو نامی نے سولہویں صدی کے اواخر میں اس کا لاطینی نسخہ پاپائے روم کے کتب خانہ میں دیکھا اور وہاں سے چرایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی نسخہ کو دیکھ کر مرینو سامان ہو گیا۔ ایک اور نسخہ بلاط (وینا) کے کتب خانہ میں پایا گیا۔ ۱۹۱۰ء میں ایل زیگ (L. Ragg) نے اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں آگفرڈ سے شائع کیا، اور اس نسخہ سے عربی زبان میں اس کا ترجمہ ہوا۔

مسیحی علماء کہتے ہیں کہ یہ نخل جعلی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً کسی ایسے پادری نے ایتالوی زبان میں اس کو تصنیف کیا ہے جو سحبت کو چھوڑ کر مسلمان ہو گیا ہو گا لیکن محض ایک قیاس ہے۔ اس کا کوئی ثبوت وہ نہیں دے سکے ہیں۔ بخلاف اس کے یہ امر ثابت ہے کہ ظہور اسلام سے تین سو برس پہلے برنابا کی نخل موجود تھی اور اس میں پولوسی عقائد کے خلاف باتیں پائی جاتی تھیں جن کی بنا پر اس کو مستند کتابوں کے

خارج کیا گیا۔ سب سے بڑی بات جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اس نخل کے حبل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ گذشتہ بار صدیوں میں علماء اسلام نے مسیحیوں کے رد میں بہت کچھ لکھا اور خود مسیحی کتابوں سے بھی استدلال کیا، مگر کسی مسلمان مصنف کی کتاب میں برنابا کی نخل کا ذکر نہیں پایا گیا۔ ایسی بات ہے جس کو دشمن اسلام مار گولی تو جیسے شخص نے بھی تسلیم کیا ہے مسیحیوں کو اس کتاب کے حبل ہونے کا شہہ زیادہ تر اس وجہ سے ہوا کہ انہیں نسخہ پر کچھ عربی تعلیقات پائی گئی ہیں لیکن جن لوگوں نے ان تعلیقات کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ کسی مسلمان عالم کی نہیں ہو سکتیں، کیونکہ ان کی زبان نہایت ناقص ہے حتیٰ کہ ایک جگہ سبحان اللہ کو اللہ سبحان لکھا ہے۔

اس مختصر تعارف کے بعد ہم اس نخل کے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

”تب شاگرد رونے لگے اور بولے کہ اے استاد تو ہمیں کیوں چھوڑے جاتا ہے۔ ہمارے لیے مرجانا اس سے بہتر ہے کہ تو ہمیں چھوڑے یوحنا نے جواب دیا تمہارا دل نہ گھبرائے اور نہ ڈرنے کیونکہ وہ میں نہیں ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، بلکہ اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا اور وہی تمہاری حفاظت کرے گا۔ رہا میں تو میں اللہ کے اس رول کے لیے راتہ صاف کرنے آیا تھا جو دنیا کو نجات دلانے کے لیے قریب میں آنے والا ہے مگر تم ہوشیار رہنا کہ وہو کا نہ کھا جاؤ بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے جو میرا کلام لیں گے اور میری نخل کو خراب کر دیں گے۔“

تب اندریاس بولا اے استاد میں اس کی علامت بتا دے کہ ہم پہچانیں۔

یوحنا نے جواب دیا وہ تمہارے زمانہ میں نہ آئے گا بلکہ تمہارے بعد برسوں پیچھے آئے گا۔ جب کہ میری نخل مٹ جائے گی اور دنیا میں ۳۰ مومن بھی نہ پائے جائیں گے۔ اس وقت اللہ دنیا پر رحم کھائے گا اور اپنے رول کو بھیجے گا جس کے سر پر سپید عمامہ ہوگا۔ اللہ کے برگزیدہ

بندوں میں سے ایک اس کو پہچانے گا اور اس کو عالم پر ظاہر کرے گا۔ وہ بی بیوں پر بڑی توت کے ساتھ آئے گا۔ اور عالم سے بتوں کی پستش مشاودے گا۔ میں اس کو چھپاتا ہوں کیونکہ اس کا اعلان اُس کے واسطے سے ہوگا، اور وہی خدا کا جلال ظاہر کرے گا اور میری سچائی کھوے گا، اور ان لوگوں سے انتقام لے گا جو مجھے انسان سے برتر کہیں گے۔۔۔۔۔ وہ تمام انبیاء سے زیادہ روشن حق کے ساتھ آئیگا اور ان لوگوں کو سخت توبیح کرے گا جو اس عالم میں ہی راہ نہیں چلتے۔۔۔۔۔ پس جب بت پرستی کو زمین پر گرتے دیکھا جائے، اور اقرار کیا جائے کہ میں ایک انسان ہوں دوسرے انسانوں جیسا، تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس وقت اللہ کا نبی آئے گا۔ (فصل ۷۲ - آیت ۷ تا ۲۴)۔

اس کے بعد فصل ۹۶ میں مسیح اور سروار کاہن کی گفتگو نقل کی گئی ہے۔ کاہن نے مسیح سے اس کی بابت پوچھا تو مسیح نے اس کو اپنا اور اپنی ماں کا نام بتایا اور کہا کہ میں بشر ہوں۔ دوسرے بنی آدم کی طرح فانی بشر۔ اس سلسلہ میں لکھا ہے۔

”کاہن نے جواب میں کہا موسیٰ کی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمارا خدا قریب میں ہمارے لیے مسیحا کو بھیجے گا جو ہم کو اس بات کی خبر دینے کے لیے آئیگا کہ اللہ کیا چاہتا ہے، اور وہ عالم کے لیے اللہ کی رحمت لے کر آئے گا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تو ہم سے سچ کہدے کہ کیا تو ہی اللہ کا مسیحا ہے جس کا ہم انتظار کر رہے تھے؟“

۔سوع نے جواب دیا، ”سچ ہے، اللہ نے اس کا وعدہ کیا تھا، مگر میں وہ نہیں ہوں، کیونکہ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا اور میرے بعد آئے گا۔“

کاہن نے جواب میں کہا ہم تیرے کلام اور تیری نشانیوں سے یہ سمجھتے ہیں کہ بہر حال تو

نبی اور اللہ کا قدوس ہے۔ اسی لیے میں کل یہودیہ اور اسرائیل کے نام پر درخواست کرتا ہوں کہ تو خدا کی محبت میں ہم کو تباہ دے کہ مٹیا کس طرح آئے گا؟

یسوع نے جواب دیا قسم ہے اس خدا کی جس کے حضور میں میری جان حاضر ہے، میں وہ مٹیا نہیں ہوں جس کا انتظار تمام قبائل زمین کر رہے ہیں، جس کا وعدہ ہمارے باپ ابراہیم سے خداوند نے اس طرح کیا تھا کہ تیری نسل سے میں کل زمین والوں کو برکت دوں گا۔ مگر جب خداوند مجھ کو اس دنیا سے لے گا، تب شیطان ایک مرتبہ پھر اس فتنے کو بھڑکائے گا اور جو لوگ

خدا سے نہیں ڈرتے وہ ان کو یہ کہنے پر آمادہ کرے گا کہ میں خدا ہوں اور خدا کا بیٹا ہوں اس سبب سے میرا کلام اور جو کچھ میں سکھاتا ہوں، بخش ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ تیس ایماندار نہ پائے جائیں گے۔ تب اللہ دنیا پر رحم کھائے گا اور اپنے رسول کو بھیجے گا جس کے لیے اس نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ جو قوت کے ساتھ جنوب کی طرف سے آئے گا اور بتوں اور ان کی پوجا کرنے والوں کو نابود کرے گا۔ اور شیطان سے اس کی حکومت جو اس نے آدمی پر قائم کر لی ہے، پھینک دے گا۔ وہ خداوند کی رحمت کے ساتھ آئے گا خداوند پر ایمان لانے والوں کو ربانی دلائل کا اور جو کوئی اس کے کلام پر ایمان لائے گا مبارک ہو گا (آیت ۱۵۳)۔

پھر فصل ۹ یوں شروع ہوتی ہے:-

” حالانکہ میں اس کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں ہوں، پر میں نے خداوند سے نعمت اور رحمت پائی ہے کہ اسے دیکھوں۔“

تب کاہن نے حاکم اور رئیس کے ساتھ مل کر جواب میں کہا کہ اے یسوع اللہ کے قدوس اپنے دل کو پریشان نہ کر کیونکہ یہ فتنہ ہمارے زمانہ میں دوبارہ نہ اٹھے گا کیونکہ ہم ابھی رویوں کے سرداروں کی مجلس کو لکھتے ہیں کہ فرمان جاری ہو کہ کوئی شخص تجھ کو خداوند اور خداوند کا

بیٹا نہ کہنے پائے۔ تب یسوع بولا کہ تمہارے کلام سے مجھ کو تسلی نہیں ہوتی کیونکہ جد ہر سے تم روشنی کی امید رکھتے ہو اور ہر ہی سے تاریخی آنے گی۔ مگر مجھ کو تسلی اس سے ہوتی ہے کہ وہ رسول آنے والا ہے جو میرے حق میں ہر جھوٹی رائے کو مٹا دے گا اور اس کا دین پھیل جائے گا اور سارے جہان پر چھایا گیا کیونکہ خداوند نے ہمارے باپ ابراہیم سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے۔ اور جو بات مجھ کو تسلی دیتی ہے یہ ہے کہ اس کے دین کے لیے انتہا نہیں کیونکہ اللہ اس کو ٹھیک ٹھیک محفوظ رکھے گا۔ کاہن نے جواب میں کہا کیا دوسرے رسول بھی اللہ کے رسول کے بعد آئیں گے یسوع جواب دیا اس کے بعد سچے نبی خداوند کے بھیجے ہوئے نہ آئیں گے۔ مگر بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے اور یہی بات ہے جو مجھے رنج دیتی ہے کیونکہ شیطان خداوند عادل کے حکم سے ان کو بھڑکانے کا پس وہ میری انجیل کے دعوے کو اڑبنائیں گے۔

حیدر کوں نے جواب میں کہا کسی بات ہے کہ ان کافروں کا آنا خداوند عادل کے حکم سے ہوگا؟

یسوع نے جواب دیا۔ عدل سے یہ بھی بے کہ جو اس کی رحمت کے لیے حق پر ایمان نہ لائے وہ اس کی لعنت کے لیے جھوٹ پر اپنا نلائے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ دنیا ہمیشہ سچے نبیوں کی تحقیق کرتی رہی اور جھوٹوں سے محبت کرتی رہی جیسا کہ مشخ اور ارمیا کے زمانے میں دیکھا گیا کیوں کہ مشابہ اپنے مشابہ ہی کو پسند کرتا ہے۔

تب کاہن بولا مسیا کا نام کیا ہوگا اور وہ کیا علامت ہوگی جس کے ساتھ اس کی آمد کا

اعلان ہوگا؟

لے بیٹھیں کہ یا شاریح موعود بننے کی طرز ہو۔ اگر ہمارا یہ قیاس درست ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضروریہ کلام نبی صاف ہی کا ہے کیونکہ اسے صدیوں پہلے یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ کوئی مدعی مسیح موعود ہو گا دعویٰ کرے گا۔

”یہ نبی جو اب دیا کہ میا کا نام عجیب ہے کیونکہ خداوند نے خود ہی اس کا نام رکھا جب اس کو پیدا کیا اور آسمانی شان میں اس کو جگہ دی خداوند نے ہما ٹیہر اے محمد کیونکہ تیری خاطر سے میں ارادہ کرتا ہوں کہ جنت کو اور عالم کو اور مخلوقات کے جم غفیر کو بناؤں جو سب میں تجھ کو بخش دوں گا، حتیٰ کہ جو تجھے مبدک بگاڑی مبارک ہو گا اور جو تجھے لعنت کرے گا وہی ملعون ہو گا۔ اور یہ میں تجھ کو دنیا میں بھیجوں گا تو تجھے اپنا رسول بناؤں گا تاکہ تو رہائی دلائے اور تیرا کلام صاف ہو، حتیٰ کہ آسمان اور زمین کو زوال آجائے مگر تیرے ایمان کو کبھی زوال نہ آئے اس کا مبارک نام محمد ہے۔“

تب سب لوگ پکارنے لگے اے خداوند ہمارے لیے اپنا رسول بھیج۔ اے محمد دنیا کو چھڑانے کے لیے جلدی آ“ (آیت ۱-۱۸)۔

ان بشارتوں میں صرف ایک چیز ایسی ہے جس کو دیکھ کر ایک غیر جانب دار آدمی پہلی نظر میں شہید کرے گا کہ شائد یہ کوئی جعلی کتاب ہے وہ یہ کہ اس میں کتب آسمانی کے عام انداز کے خلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی نام بعینہ موجود ہے لیکن ذرا تامل کرنے سے یہ شبہ بھی رفع ہو جاتا ہے۔ بعینہ نہیں کہ دراصل مسیح علیہ السلام نے وہی لفظ استعمال کیا جس کا ترجمہ دوسری انجیل کے مؤلفین نے پارکلیٹ (Paraclete) کیا ہے۔ برنابا کے مولف یا ترجمہ نے اسی لفظ کا ترجمہ (Periclite) کیا اور بعد کے مترجمین نے یہ دیکھ کر کہ اس کا صحیح مفہوم لفظ ”محمد“ ہے اور اس نام کے سٹی میں وہ تمام صفات بھی پائی گئی ہیں جو مسیح علیہ السلام نے بیان کی ہیں، یہی لفظ استعمال کرنا مناسب سمجھا۔ پس نام کی صراحت اگر پائی جاتی ہے تو ترجمہ میں پائی جاتی ہے۔ اصل انجیل برنابا جس کے تراجم دوسری زبانوں میں ہوئے۔ آج موجود نہیں ہے کہ اس کو دیکھ کر تحقیق کیا جاسکتا ہو کہ اس میں بھی لفظ محمد استعمال کیا گیا تھا یا اس کا ہم معنی کوئی اور لفظ